بسم اللہ الرحمن الرحیم
۷۸۶/۹۲
نعرہ
رسالت یا غوث
یا
نعرہ تکبیر
از
حضرت شیخ التفسیر مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور (پاکستان)
قیمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم ؐ

تمہید

دورِ حاضرہ میں اوّلاً تو اسلام کی ہر بات پر طعن و تشنیع کی جا رہی ہے۔ پھر بعض مسلم نُما پارٹیاں حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام سے متعلقہ امور پر شرک و بدعت کے فتوؤں نے اہلِ اسلام کو پریشان کر رکھا ہے۔ آج کل نعرۂ رسالت و نعرۂ خلافت و نعرۂ حیدری، نعرۂ غوثیہ پر زور لگایا جا رہا ہے کہ یہ نعرے کسی طرح بند ہوں لیکن قدرتِ ایزدی کو کچھ اور منظور ہے کہ یہ لوگ جتنا بند کرتے ہیں اتنا یہ نعرے بڑھ رہے ہیں۔ فقیر اُویسی نے اس موضوع پر ایک کتاب "مابہ الکفایۃ فی اثبات نعرۂ رسالت" لکھی۔ اس کا خلاصہ اس پمفلٹ میں پیش کرتا ہوں۔

خود را فضیحت دیگرے را نصیحت

مخالفین پر افسوس ہے کہ یہ نعرۂ رسالت وغیرہ کو بدعت کہتے ہوئے شرماتے نہیں جبکہ خود نعرۂ تکبیر کے علاوہ اپنے مولویوں اور لیڈروں کے لئے "زندہ باد" کے نعرے گلے پھاڑ پھاڑ کر لگاتے ہیں۔ ایسے نعروں کے وقت انہیں کبھی خیال نہیں گذرتا کہ وہ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں یا سنت کا۔

نعرۂ تکبیر بدعت ہے

یقین ہونا چاہیئے کہ نعرۂ رسالت اگر بدعت ہے تو نعرۂ تکبیر بھی بہیئت کذائیہ بدعت ہے۔ اس لئے کہ خیر القرون کے بعد صدیوں تک اس نعرہ کا پتہ نہیں چلتا کہ مقرر کی تقریر یا کسی معظّم شخصیت کی آمد یا دوسرے معاملات کے وقت پہلے ایک شخص زور سے پکارے "نعرۂ تکبیر" پھر اس کے بعد دوسرے کہیں "اللہ اکبر"۔ ہاں خیر القرون و دیگر ادوار میں صرف اتنا ہوتا کہ خوش کن امر اور تعجب ناک یا عظمتِ الٰہی پر دال فعل دیکھ سن کر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابی یا کوئی صاحب فرماتے "اللہ اکبر" پھر دوسرے بھی کبھی ایک دو ساتھ مل کر کہتے اور کبھی نہیں بھی کہتے اور یہ بھی نہیں کہ اس کے بعد چلا کر بلکہ زیادہ سے زیادہ طبعی طور بالجہر۔ جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر ہوا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاق ازواج مطہرات کی غلط خبر پر "اللہ اکبر" کہا وغیرہ کہا۔ اس معنی پر نعرۂ تکبیر میں مندرج ذیل بدعات ثابت ہوئیں۔

۱۔ اسے نعرۂ تکبیر سے تعبیر کرنا۔

۲۔ جب کوئی نعرۂ تکبیر دوسروں کا "اللہ اکبر" پکارنا۔

۳۔ نعرۂ تکبیر بولنے والے کا چلا کر۔

۴۔ جواب دینے والوں کا طبعی آواز سے بڑھ کر "اللہ اکبر" پکارنا۔

۵۔ تقاریر و مواعظ کے درمیان وقفوں میں۔

۶۔ آنے والے معززین کے استقبال میں، وغیرہ وغیرہ

جب مذکورہ بالا امور نعرۂ تکبیر میں جائز ہیں تو پھر نعرۂ رسالت و دوسرے نعرے ل

پر شرک یا بدعت کا فتویٰ کیوں؟

نعرۂ رسالت کی مسنونیت

جس طریقہ سے نعرۂ تکبیر "خیر القرون" میں مروج تھا ایسے ہی نعرۂ رسالت بھی۔ چنانچہ مسلم شریف[1] جلد دوم باب حدیث الهجرة میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک میں داخل ہوئے فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخُدَامُ فِى الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے نعرے لگاتے تھے یا محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے نعرۂ رسالت کا صراحۃً ثبوت ہوا نیز معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام رض نعرہ لگایا کرتے تھے۔ اسی حدیث ہجرۃ میں ہے کہ صحابہ کرام رض نے جلوس بھی نکالا ہے اور جب بھی حضور علیہ السلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لائے تو اہل مدینہ حضور علیہ السلام کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے۔ احادیث مبارکہ میں اس کی تفصیل موجود ہے اور ان کا نعرۂ رسالت مختلف مواقع خصوصاً جنگ میں متعدد روایات سے ثابت ہے۔

---

[1] جلوس بارہ ربیع الاول شریف کے ثبوت کے لئے فقیر کی کتاب "غوث العباد فی اثبات المیلاد" پڑھیے۔ اُویسی غفرلہٗ

میدانِ جنگ میں نعرۂ رسالت

فتوح الشام صہ ۱۷۲ مطبوعہ مصر میں ہے کہ حضرت کعب بن حمزہ رضی اللہ عنہ عین لڑائی کے وقت پکار رہے تھے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ وغیرہ۔

ف : قطع نظر از ہیئت کذائیہ[1] جس طرح نعرۂ تکبیر سنت ہے ایسے ہی نعرۂ رسالت بھی سنت ہے۔ اگر ہیئتِ کذائیہ کو مدِ نظر رکھا جائے تو نعرۂ رسالت کی طرح نعرۂ تکبیر بھی بدعت ہے تو نا انصافی یا بددیانتی ہے کہ نعرۂ تکبیر بہیئتِ کذائیہ جائز بلکہ ضروری اور نعرۂ رسالت شرک وحرام اور بدعت بلکہ اس پر جھگڑے اور فساد۔

قواعدِ شرعیہ

نعرۂ حیدری و نعرۂ غوثیہ کا جواز ذیل کے قواعد سے سمجھیئے وہ یہ کہ:۔

۱۔ کوئی حکم علت کے بغیر نہیں ہوتا۔

۲۔ اصولِ فقہ یہ بھی ہے کہ ایک حکم کے لئے عللِ متعددہ بھی ہوتی ہیں۔

۳۔ یہ بھی اصولِ فقہ میں ہے کہ غیر منصوص احکام میں اگر علت پائی جائے تو ان میں حکم جاری ہوگا۔

ان قواعد پر نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کے علل پر غور کیا جائے تو نعرۂ حیدری

---

[1] ہیئت کذائیہ سے مراد وہی ہے جو ہم نے پہلے لکھا ہے۔ ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ

نعرۂ غوثیہ ، نعرۂ خلافت اور نعرۂ زندہ باد کے جواز میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

(ف) فقیر اویسی غفرلہٗ ان جملہ علل کو اپنے رسالہ ما بہ الکفایۃ فی اثبات نعرۂ رسالت میں دلائل مع امثلہ ودیگر ضروری ابحاث کو تفصیل کے ساتھ لکھ دیا ہے اب سرِدست صرف ایک علت عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہے تاکہ اہلِ علم اور منصف مزاج کو اشکال نہ رہے۔

نعرۂ رسالت کی علّتِ غائیہ

ہمارے اہلِ سنت عموماً نعرۂ رسالت یا نعرۂ تکبیر کے وقت اس وقت آواز بلند کرتے ہیں جب شانِ رسالت وخلافت اور ولایت کے متعلق بہترین مضمون سنتے ہیں اور اس سے وہ اپنی مسرور و فرحت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے نعرے لگاتے ہیں اور خارجیوں کے منہ بند کرنے کے لیے حضرت علی اور وہابیوں کے ستانے کے لئے حضرت غوثِ اعظم سے محبت وعقیدت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ بعینہٖ یہی علت مسلم شریف کی روایت کردہ حدیث الھجرۃ میں شارحین نے لکھی۔ اہلسنت کے علاوہ غیر مقلدین کے مولوی وحید الزماں نے بھی صحیح مسلم کے ترجمہ ص۴۲ حصہ ششم باب فی حدیث الھجرۃ میں لکھا کہ حضور علیہ السلام جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو اہلِ مدینہ خوشی سے پکارتے تھے یا رسول اللہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اس مختصر بحث سے ثابت ہوا کہ نعرۂ تکبیر کی طرح دیگر جملہ شرعی نعرے جائز ہیں ۔ انہیں ناجائز یا بدعت کہنے والا گمراہ ہے۔

اعتراضات وجوابات

اثبات کے بعد اب ہم معترضین کے چند اعتراضات لکھتے ہیں تاکہ عوام کو بہکانے والے اپنے گندے عزائم میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ قبل اس کے کہ میں مخالفین کے اعتراضات لکھوں اصل مسئلہ سمجھیے وہ یہ کہ آپ کو حاضر وناظر جان کر یا ویسے ہی محبت سے نعرۂ رسالت بلند کرنا جائز ہے آپ کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور وصال شریف کے بعد بھی ایک شخص نعرہ بلند کرے یا جماعت کے ساتھ مل کر۔

سوال غیر اللہ کو پکارنا حرام ہے کما قال تعالیٰ "ولا تدعُ من دون اللہ ۔۔۔۔۔ الآیۃ۔ فلا تدع مع اللہ الٰھاً آخر" ط و دیگر آیات میں صاف طور پر غیرِ خدا کو پکارنے کی ممانعت آئی ہے اور اسے مشرکین کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ لہٰذا یا رسول اللہ پکارنا شرک ہے۔

جواب: ان جیسی تمام آیات میں جہاں آپ کو یا رسول اللہ پکارنے کی نفی نظر آئی ہے وہاں مطلق پکارنا منع نہیں بلکہ وہ نداء اور پکار منع ہے جو کسی کو معبود اور الٰہ سمجھ کر کی جائے[1] اگر ان آیات میں مردوں کو پکارنے کی نفی مراد لی جائے تو (معاذ اللہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مشرک کہنا پڑے گا جنہوں نے مردہ پرندوں کو پکارا۔ کما قال تعالیٰ:

---

[1] اس قاعدہ کی تحقیق فقیر کی کتاب "احسن البیان" جلد دوم پڑھیئے۔ اُویسی غفرلہٗ

(ثُمَّ ادْعُهُنَّ پ۳) اور یہ کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو شرک کی تعلیم دی اگر ان آیات میں کسی کو دور سے پکارنا مراد لیا جائے اور دور سے پکارنے کو شرک قرار دیا جائے تو پھر خداوند کریم کو دور ماننا پڑے گا حالانکہ اس کی شان "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ" ہے اور حضرت عمرؓ کو (معاذ اللہ) مشرک کہنا پڑے گا جنہوں نے دور سے "یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ" فرمایا۔ اگر ان آیات میں ندا و بطور استعانت مجازی ہی مراد لی جائے تو پھر حدیث یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) کو شرک کی تعلیم قرار دینا پڑے گا۔ اگر ان آیات میں حاضر و ناظر سمجھ کر پکارنے کی نفی مراد لی جائے تو آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کے خلاف لازم آتا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے یعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی علیہ السلام ان سے نزدیک ہیں۔ کیونکہ اَوْلٰی[1] بمعنی قریب ہیں۔ ان جیسی تمام آیات میں دُعاء بمعنی عبادت ہے چنانچہ جلالین، بیضاوی، روح البیان، روح المعانی اور دیگر محققین مفسرین نے یہی معنی کیا ہے۔

---

[1] یہی معنی بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب آب حیات ص ۵۸ اور تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ اس آیۃ کی مزید تحقیق فقیر کی کتاب حاضر و ناظر میں ہے۔

سوال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَرْفَعُوْٓا[۲] اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ جب حضور حاضر و ناظر ہیں تو پھر گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگاتے ہیں تمہارے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں (آنکھ کی ٹھنڈک سرفراز گکھڑوی)

جواب ۱: اس کا تفصیلی جواب فقیر کی کتاب رجم الشیطان فی الصلوٰۃ والسلام عند الاذان میں اجمالی جواب یہ ہے۔ آیۃ کی نہی قرب جسمانی کے لئے ہے اور موضوع قرب روحانی کے اعتبار سے ہے۔

جواب ۲: کہ آیت کریمہ میں فوق النبی نہیں بلکہ صوت النبی[۲] فرمایا گیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب رسول پاک کلام فرما رہے ہوں تو تم اپنی آواز ان کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ ورنہ خود صحابہ کرامؓ حضور علیہ السلام کے سامنے بلند آواز سے نعرے لگاتے تھے۔ حضرت بلالؓ منبر پر کھڑے ہو کر اذان کہتے تھے۔ حضرت حسانؓ نعتیں پڑھتے تھے ان تمام صورتوں میں رفع صوت النبی ممنوع ہے۔ اہل مدینہ نے بوقت ہجرت یا رسول اللہ کے نعرے لگائے (صحیح مسلم) تو کیا انہیں بھی حبط اعمال کی وعید سناؤ گے۔

سوال اللہ فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا[۲] دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور) یعنی تم لوگ رسول کے

۲: تفصیل فقیر اویسی کی تفسیر میں دیکھئے۔

بلانے کو ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلا لیتے ہو۔
لہذا یا رسول اللہ پکارنا بے ادبی ہے۔

جواب :- آیت ہذا الٹا ہماری مؤید ہے لیکن مخالفین ہمیشہ سہر سری طور پر عوام کو بہکانے کے لیے الٹی سیدھی مارنے کے عادی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ فقیر نے تفسیر اویسی میں لکھی ہے۔ بقدر ضرورت یہاں عرض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں تین توجیہیں بیان کی ہیں۔

۱۔ یعنی تم جو ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اس پکارنے پر رسول کے پکارنے کو قیاس کر کے منہ نہ پھیرو یا جواب میں سستی نہ کرو بلکہ رسول کا حکم بجالانے میں جلدی کرو کیونکہ ان کے اذن کے بغیر مراجعت حرام اور نادرست ہے۔

۲۔ اپنے اوپر رسول کی بددعا یا اپنے حق میں ان کی دعائے خیر کو ویسی دعا نہ جانو جیسی تم ایک دوسرے کے حق میں کرتے ہو۔ اس لئے کہ رسول کی ہر دعا مستجاب ہے۔

۳۔ تم رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو فقط نام لے کر پکارتے ہو بلکہ چاہیئے کہ تعظیم کے ساتھ پکارو جیسے یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ - اس لئے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو قرآن میں نام لے کر پکارا لیکن اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بزرگی کے ساتھ خطاب کیا۔

ف : تفاسیر میں ہے کہ حیات و ممات یعنی آپ کے انتقال کے بعد

دوامی حکم یہی ہے کہ آپ کو تعظیم تکریم وتوقیر سے پکارو یعنی یا رسول اللہ،
یا نبی اللہ یا امام المرسلین"۔ معلوم ہوا یہ آیتِ کریمہ ہمارے دعوے کی
دلیل ہے نہ کہ مخالفین کے دعوٰی کی۔

سوال کسی کو بلا کر مقصد ظاہر نہ کرنا اس کے ساتھ مذاق سمجھا جاتا ہے
مثلاً کوئی شخص کہے اباجی! پھر خاموش ہو جائے یہ بے ادبی ہے۔ اس
سے معلوم ہوا کہ فقط یا رسول اللہ کہنا بے ادبی ہے

جواب ۱: مخالفین کے اس سوال سے ناظرین کو یقین ہونا چاہیئے کہ ان کے
ہاں عقلی ڈھکونسلوں کے سوا کچھ نہیں ورنہ لازم تھا کہ کوئی حدیث شریف پیش
کرتے جیسے ہم نے ثابت کیا کہ کتب احادیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ ہمیشہ
یا رسول اللہ پکارتے تھے کیا وہ حضور کی بے ادبی کرتے تھے۔ زمانہ
فاروقِ اعظمؓ میں صحابہ کرامؓ میدانِ جنگ میں یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتے
تھے (فتوح الشام) کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرتے تھے۔ اس
سے واضح ہوا کہ پکارنا اور نعرہ لگانا بے ادبی نہیں۔ باقی رہا اظہارِ مقصد وہ تو ہمارا
عقیدہ خود بتاتا ہے کہ جب ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مومنوں
کے پاس ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں جیسا کہ آب حیات و تحذیر الناس
کا حوالہ ہم نے لکھا۔

جواب ۲: صحیح مسلم کا حوالہ آپ نے پڑھا کہ جب حضورِ پاک مدینہ طیبہ پہنچے

تو اہلِ مدینہ یا رسول اللہ، یا محمد پکارتے جا رہے تھے اور کوئی مطلب ہمہ بیان نہ کرتے تھے۔ کیا ان پر بھی تمہارا یہی فتویٰ لاگو ہوگا

جواب ۳: تصورِ محبوب اور ذکرِ محبوب سن کر فرطِ محبت میں یا رسول اللہ پکارنا سنتِ صحابہ ہے۔ اور ایسے تصورات میں ڈوب کر اور محض عشق و محبت کے نشہ سے سرشار ہو کر یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہے تو بالکل جائز اور صحیح ہے۔ اسے مخالفین کے اکابر علماء بھی مانتے ہیں۔ دیکھئے "فیض الباری" اور "فتاویٰ رشیدیہ اور امداد الفتاویٰ" وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوا مذکورہ سوال لغو ہے۔

سوال: نعرہ یا رسول اللہ کے وقت تمہارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہاری آواز کو سن لیتے ہیں یہ تو غلط ہے کیونکہ تم کہاں اور مدینہ کہاں!

جواب: انبیاء کی طاقت کو اپنی طاقت پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے۔ اگر سلیمان علیہ السلام دور سے چیونٹی کی آواز سن سکتے ہیں تو ہمارے آقا و مولیٰ جو سب نبیوں سے زیادہ علم اور اختیار رکھتے ہیں دور سے اپنے امتیوں کی پکار کو بھی سن سکتے ہیں۔ جلاء الافہام صہ ۵۳ مصنفہ ابنِ قیم میں ہے کہ حضورِ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی (ہر) آواز پہنچتی ہے یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

اور انیس الجلیس صہ ۱۲۲ میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں تمہارا درود بلا واسطہ خود سنتا ہوں اور دلائل الخیرات شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اہلِ محبت کا درود سنتا ہوں۔ جب حضور اُمّت کا درود سنتے ہیں تو امت کی پکار بھی سنتے ہیں۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ صہ ۴۲ ج ۱۔ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ

"لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا"۔

جب آپ شکم مادر میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنتے تھے تو اب ہماری پکار کو بھی سنتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اور آپ کی اُمّت کے بہت سے اولیاء اور آپ کے غلاموں کے علاوہ بہت سی اللہ کی مخلوق دُور سے سُنتی ہے۔ دلائل ہم نے تفسیر اُویسی میں لکھے ہیں۔

سوال نعرۂ تکبیر کے بعد "اللہ اکبر" کی مناسبت سے نعرۂ رسالت محمد رسول اللہ کہنا موزوں ہے۔ فلہذا اگر نعرۂ رسالت کی عادت پوری کرنی ہے تو یا رسول اللہ کے بجائے محمد رسول اللہ کہنا چاہیئے۔

جواب : مخالفین کو یا رسول اللہ سے نا معلوم کیوں خطرہ ہے۔ جس کو ممانعت کے لئے ہر طرح کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ جب ہم احادیثِ مبارکہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام کا نعرہ یا رسول اللہ کے پیارے الفاظ

الفاظ کے ساتھ تھا جیسا کہ ہم صحیح مسلم کی حدیث (باب الھجرۃ والی روایت) سے ثابت کر آئے ہیں کہ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو اہلِ مدینہ خوشی سے پکارتے تھے یا رسول اللہ، یا رسول اللہ، یا محمد معلوم ہوا مل کر یا رسول اللہ پکارنا۔ زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی رائج تھا۔ جب زمانۂ نبوت سے لے کر تا حال باختلاف ہیئاتِ کذائیہ "نعرۂ رسالت، یا رسول اللہ" کے پاکیزہ الفاظ سے رائج رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رائج رہے گا۔ تو پھر اس کی تبدیلی کیوں۔ الحمد للہ ہمارا "نعرۂ رسالت، یا رسول اللہ" احسن وجہ سے ثابت ہوا۔

چیلنج

مخالفین کو چیلنج ہے کہ وہ اپنے نعرے قرآنی آیات یا احادیث مبارکہ یا جزئیاتِ فقہ سے ثابت کریں۔ مثلاً! کہتے ہیں:۔ فلاں مولوی، فلاں لیڈر، اسلام، تحفظِ ختمِ نبوت، پاکستان۔ فلاں مدرسہ، گاندھی کی جے وغیرہ وغیرہ زندہ باد۔ نعرۂ تکبیر جس کے جواب میں صحابۂ کرام نے اللہ اکبر کہا ہو۔ نعرۂ رسالت کے معیار پر نعرۂ تکبیر پورا اترتا ہے یا کیوں کر؟ ہم نے صحیح مسلم کے حوالہ سے مل کر "یا رسول اللہ" پکارنے کا ثبوت دے دیا ہے اس طرح تکبیر کا ثبوت دیں کہ مل کر "محمد رسول اللہ" پکارنا صحیح حدیث میں ہے

اور ثبوت پیش کریں کہ فلاں موقع پر صحابہ کرام نے مل کر محمد الرسول اللہ کا نعرہ لگایا تھا۔ اگرچہ فی نفسہٖ یہ تمام باتیں جائز اور درست ہیں لیکن مل کر پکارنے کا ثبوت، مخالفین کے پاس ایک بھی نہیں۔ ہاں اس کے برعکس یا رسول اللہ پکارنے کا ثبوت ہم نے دے دیا ہے۔

اس مسئلہ کے متعلق مزید تحقیق کے لئے فقیر کی کتاب "ما بہ الکفایۃ" دیکھئے۔

فقط

ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

نظر ثانی :-

۱۵ ربیع الاوّل شریف ۱۴۰۳ھ بروز ہفتہ

(بہاول پور) پاکستان۔

احناف کی مشہور اور معرفت وشریعت کی جامع

مترجم

حضرت شیخ التفسیر والحدیث محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ